۷۸۶

وفورِ شوق کا ایک اضطرابی پہلو

از

محمد عمر حیات خان اور سیر الٰہ آبادی

پبلشر

حیات اللہ بک ڈپو حیات منزل صمد آباد

الٰہ آباد

سلیمی پریس یحییٰ پور الٰہ آباد میں چھپا

بار اول ایکہزار — سنہ ۱۹۳۲ء — قیمت ۸ر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وفور شوق کا ایک اضطراری پہلو

از

محمد عمر حیات خان اودیسیر الہ آبادی

حسب فرمائش

حیات الہ بک ڈپو حیات منزل صمد آباد الہ آباد

سلیمی پریس بچے پور الہ آباد میں چھپا

سنہ ۱۹۳۲ء

بار اول ایکہزار

قیمت ۴؍

دوستوں کے تقاضوں نے مجبور کیا کہ مضمون ہذا کو کتابی
صورت میں لاؤں ۔ خدا نے چاہا تو اس کی مکمل شرح بھی اہل ذوق
کی خدمت میں پہنچے گی ۔ مضمون کو سرسری نگاہ سے پڑھنے میں کوئی
فائدہ نہیں ہے بحر عشق کے غسال کو تہ سے گوہر مقصود حاصل کرنا چاہئے
اس وقت نشاط کی لہریں حاصل ہونگی ورنہ کچھ نہیں ۔ فقط

۱۲ / مئی ۱۹۳۲ء

حیات الہ آبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وفورِ شوق کا ایک اضطرابی پہلو

[تشریح :- ایک شخص بزمِ عشاق میں سازِ مطرب سے متاثر ہوکر
آنکھوں سے اشکوں کی لڑی جاری کرتا ہے موہوم نقشے [داغ] کی جستجو میں
جو فرشِ محفل کے اندر اشکی قطروں کی روپوشی سے بن گئے تھے۔ اس نے خارستہ
صحرا کی خاک چھانی۔ سنگلاخ پہاڑوں کی سیاحی کی عالم بیہوشی میں ریگزار
ٹیلوں کی ہم آغوشی اختیار کی۔ یہانتک کہ صحرائی بگولوں کے اندر اپنی ہستی کو
روپوش کر دیا۔ ان بگولوں کے اندر بزمِ عشاق کا منظر آنکھوں کے سامنے پیدا
ہوگیا۔ بوئے محبوب اس کے دماغ میں پہونچی۔ اور اس وقت تک بگولۂ آتشیں
بادِ سموم کے تندوں پر اونچے پہونچ چکے تھے۔ یہ بے سروسامانی سے اسکے دوسرے
رخ پلٹا۔ وفورِ شوق اسکو کھینچتا ہوا اسجگہ لے بھی آیا۔ جہاں ساز کی جنبش نے
اس کے اندر سیکڑوں ناسور پیدا کر دیے تھے نشانِ داغ نظر پڑا۔ اور
وفورِ شوق کے اضطراب نے اسکی جبینِ نیاز کو ان سیاہ داغوں پر جھکا کر
از خود فراموش کر دیا]

حیات الہ آبادی

شوق کی بے انتہا کلیاں بحرِ محبت کی تہ نشینیاں دیکھے ہوئے عاشق جانباز
کے غنچۂ امید میں پرورش پا رہی ہیں۔ گلشن امید کی آبیاری اس
لطیف شے کے تحفظ میں ہے۔ جو دل سے مضبوط قلعہ کے اندر روپوش
ہے۔ جس کے ہر چہار طرف بحرِ متلاطم اپنی سر بفلک موجوں سے موجیں مار رہا ہے۔
نخلِ امید میں ثمرِ شوق پیدا ہو گیا۔ اور آرزو کی کشتی میں سوار ہو کر بحرِ متلاطم
کے ان تھپیڑوں سے ڈگمگاتا ہوا۔ جو قلعہ [دل] کے ہر چہار طرف ٹکر مار رہے
تھے اس نے اپنے وجود کو موجوں کے سپرد کر دیا۔ اور آنکھوں سے اشکی قطروں
میں تبدیل ہو کر جنوں انگیز و ولولہ خیز نالوں کے ہمراہ بزمِ عشاق میں ترشح کر کے
حدتِ شمع سے فضائے عالم میں روپوش ہو گیا۔
نقشِ موہوم کا متلاشی۔ خارستان صحرا کی سیاحی میں مصروف بے کشتی
کے ٹوٹے پھوٹے ٹکڑے جو موجوں کے تھپیڑوں سے داغِ مفارقت دے
چکے تھے۔ نئی ہمت اور نئے جوش کے ساتھ اس مسافر کے ہاتھوں پڑ گئے جس
کی شمعِ امید۔ آرزوئے شوق کی تہ میں پرورش پا رہی تھی۔ ان ٹکڑوں
میں بوئے آرزو پیدا تھی۔ نقشِ یار جائے عکس سے کھنچکر ان پر ہویدا تھا
نرگسی آنکھوں کا خمار اور سروِ قامت کی دلیل ان تراشیدہ خطوں کے
اندر رکھتی جو موجوں کی شوخیوں سے کھیل کھیل کر ان تختوں پر منقش ہو گئے تھے
مگر نقشِ موہوم معدوم ہے۔ فضاء کی کوئی مسرت۔ عالمِ دنیا کی کوئی شادمانی
چشمِ حجابی کا کوئی انداز۔ اور حسنِ یار کا کوئی پہلو سکے رہگذر کا سدِّ باب نہ بن
سکا۔ جو نقشِ موہوم کی راہ پر رواں تھا۔

میدان خارستان کا چپہ چپہ اس کی نظر کے سامنے تھا۔ سنگلاخ پہاڑوں
کے بے استقلال ٹیلے اس کے پیش تھے۔ طیوران نغمہ سنجی کے ترانے اس کی
دماغی جھلیوں کے اندر موجود تھے۔ جو مضراب تار کی حرکت سے کسی بے وفا
کی تجزوبیت سے بھرے تانوں کو یاد دلاتے۔
رفتہ رفتہ نقش موہوم کی تلاش۔ اس کو ایک شجر کے قریب لے آئی
جس کی چوٹی قدرتی آبشار سے شبنم کی رہن منت بن چکی تھی۔ مگر وہ گرے
ہوئے پتے جو زیر شجر باد نسیم کی شوخیوں سے صبح ہونے سے پیشتر ہی اپنی موہوم
زندگی دفن چراگاہ کر چکے تھے۔ نشان منزل کا پتہ دینے سے قاصر رہے۔ لق
و دق میدان دامن امید کی طرح وسیع تھا۔ مگر اس کے وسعت خیال کو جو
ایک موہوم شے کے لئے محدود کر چکا تھا وسیع نہ کر سکا۔ اس کے قلب کی
منقش تصویر اپنے حسن کے خزانوں سے لاکھوں اوبہار پیدا کرتی۔ مگر
خیال نقش کا مقابلہ اس کی قوت سے کوسوں دور تھا۔
انسان کے اندر ہمت پوری اور جستجو سچی ہونی چاہیئے۔ مگر اس غریب
کے اندر ہمت اور جستجو کی گہرائیاں سطحی درجہ اختیار کر چکی تھیں شوق
آگے بڑھنے سے منحرف جنون پیچھے ہٹنے سے مضطرب۔ اور وحشت ہر
گہرائیوں کی سطح اور عمیق کرنے پر تلی تھی۔ نظر شوق اپنے پردوں کے اندر
نقش موہوم کی عبارت پڑھتی۔ مگر دماغی پردے جو عالم وحشت میں بے
سامان بنے ہوئے تھے۔ اس نقش کو جذب نہ کر سکے۔ اور اس طرح جنوں
سے بھرا مجنون ہر ولایت کے حکمرانوں سے معتوب بنتا ہوا۔ اس وادی

میں آنکلا۔ مگر شکار گاہ کے متعین سردار اپنی تیز رفتاری سے اس کے پیش
پیش تھے۔ ہزار ہا پیچیدہ راہیں اس کے مقابل بن گئیں۔ اور غریب آہو
کی گہرائیوں کے ہمراہ ایک جگہ بیٹھ گیا۔ بیٹھنے سے خیال یار نے اور جنون
باندھا۔ اضطراب نے وسیع دامن پھیلائے۔ وحشت نے الگ تھپکیاں
دیں۔ بچارے کو ایک جگہ بیٹھنا دشوار کر دیا۔ لیٹ گیا۔ لیٹتے ہی معشوق...
بے وفا کی عکسی تصویریں۔ ہر رنگ میں ڈوبی۔ قلب حزیں کی تنگ و تاریک
درازوں سے بے حجابانہ نکلنے لگیں اور بزم وحشت میں کرشمہ سازیاں کرنے
لگیں۔ سندر کا پوجاری پیکر خیال میں ڈوبا۔ ایک ایک کو گلے لگا رہا ہے
مگر دل شکن۔ عہد شکن۔ اور توبہ شکن کی غیر فانی شکلیں وقت گلوئی موجود
ہوگئیں۔ ہم گلوئی ان کو ناگوار گذری اور اس وقت جبکہ ایک شخص اپنے
معشوق کی زلف عنبریں سے لپٹا ہمکنار شب وصل کی طرح ایک ہوگیا تھا۔
ان کی ڈراؤنی اور ہیبتناک شکلیں بالمقابل آگئیں اور اس غریب کی تمام
اُمیدوں پر پانی پھیر کر ان عکسی تصویروں کو بیکدم معدوم کر دیا۔ اور خود
ایک عرصہ تک سر بفلک ٹیلوں کی طرح کھڑی رہ گئیں۔

وحشت نے زور کیا۔ یہ اُٹھ بیٹھا۔ آگے نظر دوڑائی۔ ریگزار ٹیلے
نظر پڑے۔ سموم آتشیں کی سوزش محسوس کی۔ بالو کے ٹیلے ہوا کی شوخیوں
سے قسم قسم کی دلربا شکلیں مہیا کرتے۔ اور پیشانیوں کی افشانی ان..
ذرّوں سے بنتی۔ جو ہوا کی شوخیوں سے چھنے جا رہے تھے۔ معشوق کی تلون
مزاجی ان وہمی تصویروں کے اندر ہوائے آتشیں سے پیدا تھی۔ یہ

شخص دونوں بازو پھیلائے چل کر نکلا۔ اور چشم زدن میں اس کی ہستی صحرائی بگولوں کے اندر روپوش تھی۔

اگرچہ ساز کی جنبش نے سیکڑوں ناسور پیدا کر دیے تھے۔ مگر شوقِ جنون دشت وحشت کی پرالم راہوں کو توسنِ خیال کے ہمرکاب طے کر کے اسجگہ اس کونے ہی آیا۔ جہاں اس کے انگور بندسے زخم مضراب تار سے تار تار بن چکے تھے۔ نقش موہوم کا متلاشی اسجگہ کی ہر شے کو نظر شوق سے دیکھ رہا تھا۔ تاروں کے تصادم سے وفور شوق اور بڑھ رہا تھا۔ اضطراب کے ہر کشمکش پہلو مضراب کی جنبش سے گہرائی اختیار کر رہے تھے توسن خیال نقش موہوم کی جستجو میں ہر سمت چکر لگا رہا تھا۔ ایک جگہ نشان داغ نظر پڑا۔ دست شوق پھیل گیا۔ نظر شوق قدمبوس ہوئی۔ ۔ اس نے عالم بیخودی میں اپنا سر جھکایا۔ اور ایک لمحہ کے اندر اس کی جبین ان سیاہ داغوں پر جھک گئی۔ جن پر آنسوؤں کے قطرے بزم طرب میں۔ حدت شمع سے روپوش ہو کر داغوں کی شکل میں موجود تھے۔ اور جس کی آرزو۔ اور وفور شوق کا اضطراب ایک وفاشعار کو اسجگہ لے ہی آیا۔ جہاں کچھ عرصہ بعد دنیا سے گذرا ہوا ایک انسان بے ہوشی کے عالم میں ازخود فراموش تھا فقط

حیات الہ آبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

”وفور اضطراب کا شبابی پہلو“

یعنی (عشق کی دوسری منزل)

از

محمد عمر حیات خان اور سیر الہ آبادی

حسب فرمائش

حیات اللہ بک ڈپو حیات منزل صمد آباد

الہ آباد

کاد کاد سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کو لانا ہے جوئے شیر کا (غالب)

[مبداء فیاض نے مٹی کے اس خمیر کے اندر جس کی بنا آب و گل سے
وقت تخلیق آدم ہوئی عشق کی تخلیق بھی ساتھ ساتھ منبع قدرت سے
رواں کرکے اپنی رحمت سے پیدا کر دیا۔ دنیا کا تمام نظام اسی روح
کے زیر سایہ عافیت کے تمام منازل کو طے کر رہا ہے۔ قدرت کا منشا
ترتیب عنصر میں تخلیق عشق سے محض اسی قدر تھا کہ انسان دنیا میں جاکر۔۔
معبود حقیقی کی معرفت عشق کے زینوں سے شروع کرے۔ اور درجہ بدرجہ
منازل عشق کی زنجیریں۔ جو ارض تا فلک پھیلی ہوئی ہیں۔ تفکر و امتنان
کے ساتھ دست رسا کے ذریعے مضبوط تھامے ہوئے اس درجہ پر پہونچ
جائے جس کے آگے معرفت کی سر بفلک موجیں اپنے دامن میں لینے کو بڑھ
رہی ہوں۔ براہ سلوک سے گذرتا ہوا انسان فنا فی اللہ کی موجوں میں
اپنی ہستی کو ناپید کرکے واصل باللہ ہو جائے قدرت کا منشا بشر کی تخلیق سے
محض اسیقدر تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں اولیا۔ انبیا۔ غوث۔ قطب
... انہی زینوں سے واصل باللہ ہوکر دنیا میں قیامت تک کے لئے نام
چھوڑ گئے۔ تاکہ آنے والی نسلیں انتہائی رموز سے گلوگیر ہوکر اس حد تک
پہونچ آویں کہ پردہ حجاب آنکھوں سے اوجھل ہو جائے۔ مگر افسوس کا مقام
ہے۔ کہ دنیا داروں نے عشق اور رموز عشق کے کچھ اور ہی مطلب ذہن
نشین کر لئے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ وہ آج رحمت خداوندی سے کس

قدر پیچھے ہٹا دئے گئے ہیں۔

عشق کی ایک منزل موسومہ بہ وفور شوق کا اضطرابی پہلو ہدیہ ناظرین ہو چکا ہے۔ بعد اسکی دوسری منزل یعنی اضطراب کا شبابی پہلو ملاحظہ ہو]

دلدادگان الفت۔ اور بحر عشق میں ڈوبے ہوئے عاشق کو قرب وصل کے وقت جس نے زمانہ انتظار کی پر الم کی گھڑیاں۔ فراق کے جگر خراش عدمے ناامیدی کی لاحاصل راہیں۔ اور تپش عشق کی مختلف صورتیں دیکھی ہیں جو انتہائی کیفی حالت پیدا ہوتی ہے۔ وہی حالت اس بے ہوش اور دنیا سے گذرے ہوئے شخص کی ہو رہی ہے۔ جذب کا درجہ امتیاز حاصل ہو چکا انتشار روح پر سکون ہو لی تخیلات انسانی دائرہ مرکز کے ارد گرد گھوم کر جامہ بشریت میں آگئے۔ حریت پسند طبیعت کی جولانی رموز یاری میں سرشار ہو کر جولانگاہ عام بن گئی۔ بزم عشاق کی مجلسیں۔ شمع حسن کے پروانے حسن و عشق کے افسانے۔ اور ساز مطرب کے ترانے اسکی شباب کیف سے بھری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ جو اسوقت منزل عشق کے شبابی درجوں کو عبور کر رہا ہے۔ شوق کا اضطرابی پہلو جو کچھ عرصہ پہلے ایک موہوم شے کے لئے رہگذر نیاز بن چکا تھا۔ اب اس سے بے نیاز ہو کر اس شے کی جستجو میں چل نکلا۔ جو اشکی قطروں میں تبدیل ہو کر فضاء عالم میں روپوش ہو چکے تھے

[طبیعت بشری کا خاصہ ہے۔ کہ ایک شے جسکا ماحصل اذیتیں۔ کلفتیں۔ اور پریشانیاں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی چمکدار ذرہ۔ قدرت ایزدی سے حصول کے انتہائی مراحل کے بعد نمایاں ہو جائے۔ اور ان پریشانیوں کو اپنی

ضوافشانی سے سبدل بہ راحت کر دے ۔ تو اس شے کی جستجو جس نے اس
شخص کو کامیاب تر بنا دیا ہو ۔ ایک شبابی رخ سے نمایاں ہو جائے گی
اگرچہ کتنا ہی اضطراب ہو ۔ ہوا ہو ۔ یا ہو چکا ہو ۔ مگر تجلی ایزدی کی ضو
فشانی اس دوسرے درجہ پر اس شخص کی حمایت شبابی پہلو سے کریگی
اور یہی وجہ ہے ۔ کہ قیس دوسری مرتبہ اس ہستی کی جستجو میں آبادی سے نکل کر
صحرائے نجد کے ابلتے ہوئے ریگزاروں کے اندر تجلیٔ عرفانی کی جھلک دیکھتا ۔
اور اس جھلک کے اندر عالم بیخودی میں نقش لیلے کا شبابی منظر اپنے
سامنے پاتا ۔ چلتے چلتے یہ شخص غروب آفتاب کے وقت ایک ایسے میدان
میں وارد ہوا جس کے کنارے بلند پہاڑوں کی چوٹیاں مدت
پسندوں کی الجھنوں کو یاد دلاتیں زوال آفتاب کی آڑی ترچھی کرنیں
دشوار گذار گھاٹیوں سے نکل کر وادئ یمن کے سرسبز و شاداب خطوں
پر پڑ کر عجیب منظر پیدا کر رہی ہیں ۔ لہلہاتا ہوا سبزہ بادِ بہاری کی
شوخیوں سے اس مسافر کے قدموں کو چھو رہا ہے ۔ جس کا اثر نحیف جسم میں
پہنچ کر بامراد عاشق کے کامیاب دل کو نشاط کے درجہ پر پہنچا رہا ہے
آفتاب غروب ہو چکا ۔ رات کی سیاہی نے دنیا کے ہر گوشہ کو اپنی سیاہ
زلفوں کے اندر جس کی تاریکی زلف پیچیدہ سے کچھ کم نہیں ہے ۔ چھپا لیا ہے
اور عشاق کی نامرادیوں کو بحر امید کی ہمواری سطح کے قریب لا کر اپنا سیاہ
دامن آغوش عافیت میں لینے کے لئے پھیلا دیا ہے ۔
درجۂ تسلی کا مفہوم ناشاد زندگی کے ان لمحوں کے اندر جس کے

ساعت کی قریب ترین ثانیہ۔ آس اور یاس۔ ناکامی اور ناکامی، ہراس اور بے ہراس۔ وفا کے وعدے اور بے وفا کے وعید وفا شعار کی پر الم گھڑیاں ہجران نصیب کے خیالی منظر۔ اس کے اندر لاکھوں بناؤ اور پھر عتاب۔ معتوب شدہ دل۔ مجروح و بسمل۔ بھلا کہاں ہے؟ اور پھر ایسی شب تار وادی کے اندر کہیں افہام و تفہیم ہو سکتی ہے؟۔

خیالی شے کی جستجو اس غیر مانوس وادی کے اندر ایک جسمانی شکل اختیار کر رہی ہے۔ جسکا اختیاری دخل فرشتہ گان ایزدی اپنی سپردگی میں لئے ہیں اضطراب کو راحت سے بدلتا ہوا انسان تاریکی کے اندر ایک شکل دیکھ رہا ہے۔ آس پاس کے گھنے جنگل متحرک ہوا کی شوخیوں سے ہمکناری کا مزا لوٹ رہے ہیں۔ باد لواحی کے ترنے سنگلاخ چٹانوں سے ٹکرا کر نہی درد انگیز لے اختیا کر رہے ہیں۔ جو ساز مطرب اور مضراب تار کی جنبش سے بزم عشاق میں ہنگامہ محشر بپا کئے تھے جس کی ہر لے کے ہمراہ قطرۂ آبی آنکھوں کی راہ..... ٹپکتا ہوا۔ زینت محفل بن رہا تھا۔

عشق کی دوسری منزل قدرت کی زبردست قوتوں سے پاک و صاف کر دی گئی۔ دنیاوی آلائش اول منزل تک ہم رکاب رہی۔ اسجگہ نہ عشاقوں کی محفل ہے نہ حسن شمع کے پروانے۔ نہ ساز ہے اور نہ مضراب۔ نہ تار ہے۔ اور نہ تار کی جنبش۔ نہ وہ قطرے ہیں اور نہ اُن قطروں کے داغ۔ اسجگہ تو قدرت کی بزم آرائیاں منعقد ہو رہی ہیں باد سموم کے تیز تیز تھپیڑے جو کہاں تک ریگزار ٹیلوں سے اٹھا اٹھا کر غریب..

سے [illegible] رہے تھے۔ اس وقت سرد لہروں میں صد
تبدیلی [illegible] کے جسم کے [illegible] کو نشاط اور دائمی انبساط کا
مژدہ [illegible]

یہ جنگل اگرچہ کچھ اس قدر خوفناک نہ تھی مگر نظر پڑتے ہی قلب حزیں
کے اندر ایک ہیجان پیدا ہوگیا۔ ہاتف غیبی کی آوازیں کانوں میں آنے
لگیں۔ بشریت کا درجہ عبدیت میں تبدیل ہو رہا ہے۔ راہ سلوک چھوڑ کر
فنا فی اللہ کی زنجیریں دکھائی دے رہی ہیں۔ غیر فانی شے کی جستجو قرب الٰہی
کا درجہ حاصل کر رہی ہے۔ ظاہرا خوفناک شکل ہے۔ مگر درپردہ قلب
تاریک کو منور کرنے والا نور قریب آ رہا ہے۔ قوت ارادی اور حواس
خمسہ خاصکر ان منازل اور ان درجوں میں پہونچکر ایک عجیب خلل پیدا
کر لیتے ہیں۔ خوفناک اور سنسان جنگل کے اندر یہ شکل اس کے حواس خمسہ
کو منتشر کرنے کے لیے کافی تھی۔ اس کی نگاہیں اس شبیہ پر جمی ہوئی تھیں سرد
اور صحت بخش ہوا کی لہروں سے وہی سریں نکل رہی تھیں جن کی تشبیہ شبیہ
پر دلالت کر رہی تھی۔ اور جس کی جستجو دنیوی آلائش سے پاک کرتے ا
اسجگہ لے آئی جہاں اس جستجو کی شبیہ قدرت کے ہاتھوں تیار ہو کر عشق کی
منزل پر اس کے سامنے تھی۔ ہوا کے تیز تیز جھونکے چلنا شروع ہو
اور ایک لمحہ کے اندر اسکی ہستی جھونکوں کے اندر مخلوط ہو کر نظروں سے غائب ہو گئی۔
مدینہ طیبہ کے اردگرد لوگوں کا ہجوم لگا ہوا ہے۔ آستانہ عالیہ پر ایک
شخص عالم بیخودی میں آواز لگا رہا ہے۔

"أنظر كيف حالنا يا أمير المومنين"

صدائے اندوہ سے شجر و حجر ہل رہے ہیں۔ پاک فرشتے رحمتوں کی بوچھار کر رہے ہیں امت کی عجز و نیازی مقبول بارگاہ ایزدی بنی گنبد عالیہ سے . .
یک آواز آئی۔

"مرحبا یا اخی انت قریب من رحمۃ اللہ"

عرش ہلنے لگا۔ زمین لرزنے لگی۔ ایک عرصہ بعد اس شخص کی غیر فانی روح [وفور شوق کا اضطراب۔ اور وفور اضطراب کا شتاب] دونوں منازل عشق کی کٹھن راہوں کو سلامت روی سے عبور کر کے عالم فنا سے عالم بقا پہونچ گئی۔ جہاں ہر سو۔ ہر طرف اور ہر سمت رحمتوں کی بوچھاریں۔ رب العزت کے حکم سے حوران بہشت اور غلمان فلک کے سپرد ہوئیں۔ فقط

حیات الہ آبادی

۷۸۶

قیمت ۸ر داستان الم ۲ قیمت ۸ر

از

حیات الہ آبادی

مسلمانوں کی موجودہ حالت کا ایک سچا فوٹو۔ اسکے اندر ملازمت۔ بیوپار کھیتی اور بھیک۔ یعنی چار مضمونوں پر مدلل بحث کی گئی ہے اور ہر مضمون کے تحت میں ایک فسانہ بھی قلمبند کیا گیا ہے اور واقعات سے ثابت کیا گیا ہے کہ موجودہ تحریک نے مسلمانوں کے جائز حقوق میں کس قدر رکاوٹیں پیدا کر دی ہیں مہاتما گاندھی جی کے کارنامے۔ اور جوزف میزینی کے واقعات کا مقابلہ۔ اس پر آشوب زمانہ میں۔ جہاں نکبت اور ادبار کے تھپیڑے غریب مسلمانوں کی ڈگمگاتی ہوئی کشتیوں کو بحر بے پایاں کی تہ تک پہونچا رہی ہیں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس کتاب کا بغور مطالعہ کرکے اپنی ہستی کو ان موجوں سے بچانے کی کوشش کرے جو ہر چہار طرف سے ملاؤں کی صورت میں گھیرے ہوئے ہیں۔

ملنے کا پتہ۔ حیات الہ بکڈپو حیات منزل صمد آباد الہ آباد

243

فہرست کتب

از

حیات الہ آبادی

(۱)	طلسمی خواب حصّہ اوّل ۔	۸/
(۲)	طلسمی خواب حصّہ دوئم ۔	۶/
(۳)	جوہر عصمت ...... ۔	عہ روپیہ
(۴)	خواب افروز . . . ۔	۹/
(۵)	دلفگار . . . . ۔	۳/
(۶)	مختصر نامہ حضرت مخدوم رحمۃ ۔	۱/
(۷)	داستان الم ۔	۸/
(۸)	حیات بہرام [جاسوسی ناول ۔	۸/
(۹)	کرامات حضرت مخدوم رحمۃ ۔	۱/
(۱۰)	مقصود و تارا ۔ [چوتھی صدی ہجرت کا ایک تاریخی واقعہ]	۴/
(۱۱)	صفحہ شوق کا ایک اضطرابی پہلو ۔	۴/
(۱۲)	الزحل [ستارہ زحل کے اندرونی واقعات]	۱ روپیہ

ملنے کا پتہ حیات الہ بک ڈپو حیات منزل صمد آباد الہ آباد